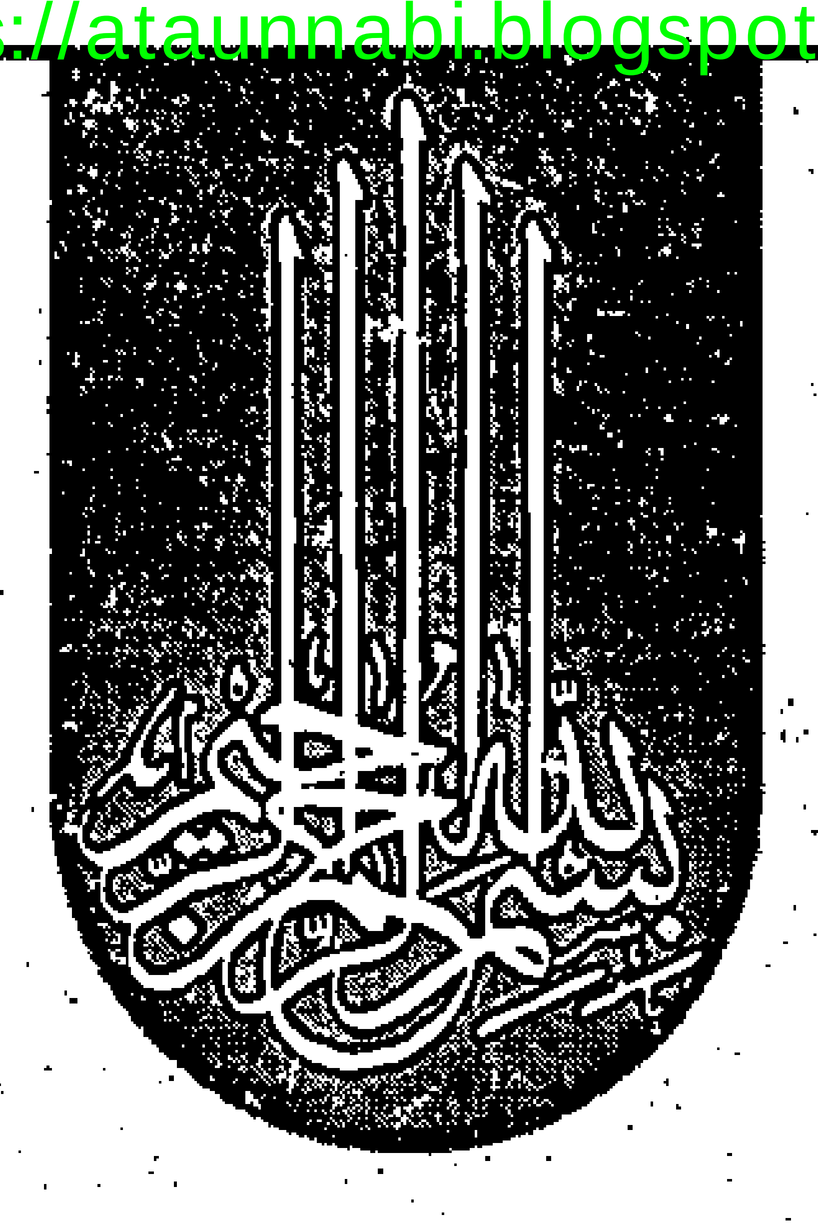


الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ — وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ



ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات

افادات
ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

علوم غیب مصطفیٰ





صراط مستقیم پبلیکیشنز، کتب ایجنسی وناشر
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771, 0321-94

نام کتاب: نومسلم کے سوالات کے جوابات

تصنیف: ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

باہتمام: شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

ایڈیشن پنجم: 22مارچ 2010ء

تعداد: 1100

صفحات: 64

ہدیہ: 40روپے

ملنے کے پتے

جلالیہ و صراط مستقیم پبلی کیشنز گجرات
مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور / مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور
جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور / کرمانوالہ بک شاپ لاہور
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات
مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / دارالنور لاہور
جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف۔ منڈی بہاوالدین
مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ / مکتبہ غوثیہ کراچی

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ .... اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا آپ پر بہت احسان ہوا کہ آپ کو اسلام لانے کی توفیق ملی اور آپ نے ایک کامل اور سچے دین کو قبول کرلیا۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیا و آخرت میں سرخرو ہوسکتا ہے۔ مذاہبِ باطلہ نے اسلامی تعلیمات کو روکنے کے لئے اسلام کی حقیقی روح کو پامال کرنے کیلئے اور مسلمانوں کو اس ذاتِ مقدّس سے برگشتہ کرنے کیلئے جس کا احترام ومحبت اللہ تعالیٰ کے قرب کا ضامن ہے۔ تمام ہتھکنڈے استعمال کئے کہ جس شخصیّت کے کردار اور گفتار کی صداقت پر اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہے کسی طرح مسلمانوں کا تعلق اس شخصیّت سے کمزور کیا جائے تاکہ اسلام زوال پذیر ہو جائے۔ اس کام کیلئے کئی تحریکیں میدانِ عمل میں آئیں انہیں میں سے سب سے زیادہ نقصان دہ "وہابی تحریک" ہے جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے عقائد تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگا کر حجازِ مقدّس میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور اُمّتِ مُسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا۔ سادہ لوح مسلمان ان کی ظاہری نیکی نماز وروزہ دیکھ کر ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور ان کے دام میں پھنس کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی نشاندہی کی ہے۔

نسائی شریف ج ۱ صفحہ ۳۵۹ پر اور مشکوٰۃ باب فی المعجزات پہلی فصل میں یہ حدیث موجود ہے۔ حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا۔ آپ نے وہ سونا چار اشخاص کے درمیان تقسیم کر دیا یہ عمل آپ نے ان کی تالیف قلبی کیلئے کیا تھا۔ اس پر ایک آدمی جس کی داڑھی گھنی تھی، رُخسار اُبھرے ہوئے تھے، آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، سر حلق شدہ تھا، نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے ڈرو۔ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر میں ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرے گا"۔ ایک صحابی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس آدمی کی نسل سے ایک قوم ہوگی جو قرآن مجید پڑھیں گے لیکن قرآن مجید ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا وہ کافروں کو چھوڑ دیں گے اور اہل اسلام کو قتل کریں گے۔ وہ دین اسلام سے ایسے خالی نکل جائیں گے۔ جیسے تیر شکار سے خالی نکل جاتا ہے اگر تم ان کو پالو تو انہیں قتل کرو۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۰۹ پر اور مشکوٰۃ میں صفحہ ۴۴۶ پر یہی حدیث ہے۔ الفاظ میں اتنا فرق ہے کہ اس آدمی نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عدل کرو اور حضرت عمر فاروق نے اس کی اس گستاخی پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت مانگی۔ نیز صفحہ ۵۰۹ پر یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی

فرمایا کہ اس آدمی کے اصحاب ہونگے تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں سے بہت کم سمجھو گے یعنی وہ بڑے نمازی اور روزہ دار ہونگے لیکن دین سے بالکل خالی ہوں گے۔

ایسی تمام علامات ابن عبدالوہاب کی وہابی تحریک میں پائی جاتی ہیں۔ اس ذوالخویصرہ تمیمی کی طرح احترام رسالت تو نہیں ہے لیکن بظاہر اسلام لباس ہے۔ چنانچہ نسائی شریف ج ۱ ص ۳۶۰ پر شیخ محمد تھانوی کے حاشیہ میں ہے اس حدیث میں جن لوگوں کی مذمت حضور علیہ السلام نے فرمائی ہے انہیں ہمارے ملک میں وہابی اور غیر مقلد کہا جاتا ہے۔ وہ اہل سنت کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں اور ان کی عورتوں کو قید کر لینا مباح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی نے فتاویٰ درالمختار باب البغاۃ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ (جن کی حدیث شریف میں مذمت کی گئی ہے) ابن عبدالوہاب کے پیروکار ہیں، نجد سے نکلے حرمین شریفین پر قابض ہو گئے، ان کا اعتقاد ہے کہ جو ان کے عقیدے کا مخالف ہو وہ مُشرک ہے"۔

وہابیوں نے اُمّتِ مُسلمہ کے مرکز پر کنٹرول حاصل کرنے کیلئے جس بربریت اور وحشیانہ کردار کا ثبوت دیا وہ نہایت بھیانک اور شرمناک ہے۔ مسلمان مردوں کو بے دریغ قتل کیا، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کئے۔ عبدالوہاب شمری کی کتاب "الحرکۃ الوہابیہ الحقیقۃ والجذور" مطبوعہ بیروت میں مستند تاریخی کتب سے اس کردار کو پیش کیا گیا ہے۔

J.B.Kelly اپنی کتاب EASTERN FRONTIERS مطبوعہ لندن ص ۱۱۴ میں لکھتا ہے کہ "پوری عرب تاریخ میں عورت کی خودداری اور عزت وآبرو کی تمام حدود کو پامال نہیں کیا گیا لیکن یہ کام ۱۹۲۵ء سے پہلے اور بعد میں وہابیوں کے ہاتھ پے واقع ہوا"۔

J.B.Kelly.Eastern Frontiers London1964:P.114

چونکہ آپ کے خط میں وہابی تحریک کا ذکر تھا تو میں نے مختصر سا اس کا تذکرہ کیا کہ یہ تحریک بعض دینی مسائل کو فقط آلہ کار کے طور پر استعمال کرتی ہے اور مکر و دجل سے حقیقی چہرہ سامنے نہیں آنے دیتی۔

آپ کے خط میں مطلوبہ مسائل سے پہلے چند احادیث کا ذکر ہے۔ جن میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے میرے مقام سے نہ بڑھاؤ۔ یہ فرمان عالیشان بالکل درست ہے کہ آپ کو آپ کے مقام سے بڑھانا نہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کے مَنصبِ نبوّت کا لحاظ بھی نہ کیا جائے۔ آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ ہماری عقل و سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو کمالات عطا فرمائے اتنے ہیں کہ فہم و خرد سے بالاتر ہیں۔ اگر آپ کی ذات کی طرف ذرہ بھر توہین کا انتساب کیا گیا تو ایمان زائل ہو جائے گا جیسے مقام سے بڑھانا جائز نہیں، مقام سے گھٹانا بھی جائز نہیں اور نہ بڑھانے کی آپ نے وضاحت فرمادی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اس کی مخلوق ہیں اس کی جُز یا اس کے ساتھ الوہیت میں شریک نہیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عبدِ کامل

سمجھتے ہیں۔ وہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے جو یہودیوں کا حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں تھا اور نصاریٰ کا حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں تھا۔ ہم آپ کو ابن اللہ بالکل نہیں مانتے اور دوسری طرف یہ بات بھی پیشِ نظر رہے خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ نے ارشاد فرمایا۔

(۱) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

(پ۳۰ سورۃ الانشراح آیت ۴)

(۲) وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور اللہ تعالیٰ کی صبح و شام تسبیح بیان کرو۔

(پ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۹)

(۳) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (پ۲۸ سورۃ منافقون آیت ۸) اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کیلئے ہی ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

اب آپ نے جو سوالات لکھے ہیں ان کے مختصر جوابات دیئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہماری سوچ و خرد سے بہت بالاتر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ يَا اَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْرِفْنِيْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّيْ۔ "اے ابوبکر مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے علاوہ کسی نے نہیں جانا۔" یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ آپ کی شخصیت نورانیت اور بشریت کا امتزاج ہے۔

آپ کی ذات پر بشریت کا اطلاق اسی طریق سے ہے جیسے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام پر قرآن مجید میں کہا گیا ہے "فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝" (سورۃ مریم آیت ۱۷) پس حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے تندرست بشر کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ لہٰذا بشریت کے اطلاق کے باوجود نورانیت کا ثبوت موجود ہے جیسے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو نور کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔(سورۃ المائدہ آیت ۱۵)	تحقیق آئے تمہارے پاس نور اور روشن کتاب۔

متقدمین اور مستند مفسرین کے نزدیک یہاں نور سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نور کا بلا تقید حضور علیہ السلام پر اطلاق آپ کی ذات کی نورانیت پر دلالت کرتا ہے۔ جب حقیقی معنی موجود ہے تو پھر مجاز کیسے مراد لیا جا سکتا ہے۔ حقیقی معنی پر یہ حدیث شریف بھی دلالت کرتی ہے جسے علامہ زرقانی نے شرح مواہب کی جلد نمبر ۱ ص ۵۵ پر نقل کیا نیز محدث کبیر امام عبدالرزاق نے "مصنف عبدالرزاق" میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"يَا جَابِرُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ"۔

اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔ یہی وہ بالاتر مقام ہے جسے ہماری عقول سمجھ نہیں سکتیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ نمبر ۲:

علم غیب کے بارے میں قرآن وحدیث کا متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ ذاتی طور پر بغیر کسی کی عطا کے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا علم غیب نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے اللہ تعالیٰ کے رسل علم غیب جانتے ہیں۔ لہٰذا آپ نے قرآن مجید کی جن آیات کا ذکر کیا ان میں علم غیب ذاتی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ذاتی طور پر کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا اور دوسری آیات میں رسولوں کیلئے جس علم غیب کا اثبات کیا گیا ہے وہ علم غیب عطائی کا اثبات ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۃ جن ۔ آیت ۲۶)	اللہ تعالیٰ غیب جاننے والا ہے پس اپنے غیب کا اظہار کسی پر نہیں کرتا مگر جس رسول کو چاہے۔
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔(سورۃ آل عمران آیت ۱۷۹)	اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب عطا فرما دیتا ہے۔

واضح ہو کہ یہاں شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہے، اس لئے کہ جو علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے وہ علم غیب ذاتی، قدیم اور غیر محدود ہے اور جو علم غیب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا عطائی، حادث اور محدود ہے۔ کتب حدیث شریف آپ کی اخبار غیبیہ سے بھری پڑی ہیں، مسلم شریف

ج ۲ ص ۳۸۷ پر ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ فَوَ الَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (صحیح مسلم کتاب الجنة وصفة نعیمها)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں جنگ بدر میں جنگ سے ایک دن قبل کفار کے مرنے کی جگہ دکھا دیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم اٹھائی کہ مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے ہمیں انہیں حق کے ساتھ مبعوث فرمایا جو حدود آپ ان کیلئے متعین فرمائی تھیں ان حدود پر ہی وہ مر گئے۔ ذرا بھر بھی آگے نہ ہوئے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۹۰ پر حضرت ابوزید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے پس آپ نے ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا پس آپ نیچے تشریف فرما ہوئے ظہر کی جماعت کرائی پھر آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے ہمیں خطاب کیا یہاں تک کہ عصر کے وقت پھر نیچے تشریف لائے ہمیں عصر کی جماعت کرائی پھر آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے اور ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا

پس آپ نے ہمیں جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کی خبر دی۔

آپ بعض اوقات لوگوں کے سوال پر کسی حکمت کی بنا پر سکوت فرماتے تھے اور بعض اوقات امور غیبیہ کے سوال پر جواب ارشاد فرما دیتے تھے جیسا کہ تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۳۶ میں ہے۔

لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّئْتُكُمْ بِهٖ۔

کہ قیامت تک کی کسی شے کے بارے میں بھی سوال کر لو میں تمہیں جواب دوں گا غیب کی خبر دوں گا۔ بخاری شریف میں متعدد مقامات پر اس مضمون کا ذکر ہے۔

آپ نے اپنے خط میں جو ایک کمزور نظر والے آدمی اور عینک کی مثال دی ہے یہ مثال مقام نبوت کے مناسب نہیں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء کو ہم اپنے اعضاء پر قیاس نہیں کر سکتے۔ آپ فرماتے ہیں۔

تَنَامُ عَيْنَانِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

میری آنکھیں سو جاتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى اِنِّيْ لَاَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ۔

کیا تم وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں میں تمہارے گھروں پہ بارش کی طرح اترتے فتنے دیکھ رہا ہوں۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۲، صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

اورآپ نے ایک صحابی سے یوں ارشادفرمایا اِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَا تُنَاجِیْ ۔
(بخاری جلدا صفحہ۱۱۸) کہ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کر سکتے۔

اورایک مقام پرفرمایا۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ ○ میں وہ دیکھتا ہوں جوتم نہیں دیکھتے اوروہ سنتا ہوں جوتم نہیں سنتے۔

لہٰذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ذرے ذرے کا علم جانتے ہیں ذاتی طور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اور عطا خواہ کسی طریقہ سے ہو۔

اس کے بعد آپ نے خط میں اس آیت مبارکہ کو مسئلہ علم غیب میں آخری دلیل کے طور پر پیش کیا (کہ میں کوئی نئے طریقے کا رسول نہیں) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۔تو اس آیت میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مَا اَدْرِیْ ۔اور ”اَدْرِی“ درایت سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے اٹکل اور قیاس سے کسی بات کو جاننا تو آپ نے اس بات کی نفی کی میں اٹکل اور قیاس سے یہ نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے علم سے جو جانتے تھے اس کی نفی کہاں سے ہوئی۔

دوسری آیت دیکھئے تا کہ اس پہلی کا معنی متعین ہو جائے ،اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ اور البتہ آخرت پہلی زندگی سے تمہارے لئے اور بہتر ہے اور البتہ

فَتَرْضٰى ○ (سورۃ والضحیٰ آیت ۴۔۵) اللہ تعالیٰ تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۶۷ پر ہے۔ لما نزلت هٰذا الاٰية قال اِذًا اَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّار ۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جب اللہ تعالیٰ مجھے راضی فرمائے گا تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا کوئی ایک امتی بھی آگ میں باقی ہو۔مزید غور کیجئے کتب حدیث میں عشرہ مبشرہ کی حدیث اور دیگر کئی اصحاب جن کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی قطعی بشارت دی پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو نہ اپنے انجام اور نہ ہی صحابہ کے انجام کا علم ہو۔نیز متعدد تفاسیر میں مذکورہ آیت مَا اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۔کو سورۃ الفتح سے منسوخ قرار دیا گیا ہے۔دیکھئے ملا عبدالرحمٰن دمشقی کی کتاب ”الناسخ والمنسوخ“ نیز کمالین علی الجلالین۔(صفحہ۴۱۴)

﴿۴﴾ جو آپ نے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا کے امور میں مجھ سے بہتر جانتے ہو۔پہلی بات تو یہ کہ حدیث شریف میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کا ترجمہ ”مجھ“ سے کیا جا سکے۔دوسری بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے جنہیں آپ نے تابیر نخل کا حکم دیا تھا صبر نہ کیا تو آپ نے انہیں ایسے فرمایا اگر دو تین سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتے تو کھجوریں پھل اٹھانے میں اپنی اصل عادت پر

آجاتیں جیسا کہ علامہ علی قاری نے شرح شفاء صفحہ ۳۲۸ پر اس بات کی مکمل وضاحت کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین و دنیا میں تمام علم حاصل ہیں۔ نیز بخاری شریف جلد ا صفحہ ۲۰۰ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ سے گزرے اسے دیکھ کر اس کے پھل کے بارے میں اپنا اندازہ بیان فرمایا۔ جب پھل توڑا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ مقدار (دس وسق) کے عین مطابق تھا۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ باب فی المعجزات پہلی فصل)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ نمبر ۳ :

اس مسئلہ میں تمہارے دوست کا موقف بالکل درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے نبی اپنے دعویٰ کی صداقت پر معجزہ دکھاتا ہے۔ معجزہ جب نبی کا نہیں کہلائے گا تو نبی کے دعویٰ کی صداقت کیسے ثابت ہوگی۔ قرآن مجید میں معجزات انبیاء کرام کی طرف ہی منسوب ہیں' ہاں اس میں اذن باری تعالیٰ کا دخل ضرور ہوتا ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی پتا بھی نہیں حرکت کر سکتا ہے لیکن اس کے باوجود معجزہ کا انتساب نبی کی طرف ہی ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (پ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے میں مادر زاد اندھے اور برص کے مرض والوں کو درست کرتا اور میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

یہاں قرآن مجید میں مرض دور کرنے اور مردہ کے زندہ کرنے کے فعل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف منسوب کیا۔

اور جو آپ نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت لکھی ہے اس کا مطلب ہے کہ میں نفع اور ضرر کا خالق نہیں ہوں' نفع و ضرر میں مستقل بالذات نہیں ہوں' اپنے علم غیب میں بھی مستقل بالذات نہیں ہوں۔ جب مفسرین نے اس کی وضاحت فرمائی کہ آپ نے یہ تواضع اور انکساری کے طور پر فرمایا جیسا کہ تفسیر جمل علی الجلالین جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ پر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ نمبر ۴ : دعاؤں کا مسئلہ

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ کائنات میں متصرف بالذات صرف اللہ تعالیٰ ہے انبیاء و رسل علیہم السلام اور صالحین کا نام بطور توسل لیا جاتا ہے جیسا کہ صحاح ستہ میں یہ عمل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے اور انبیاء علیہم السلام سے اور بزرگوں سے استعانت صرف اس عقیدے سے جائز سمجھتے ہیں کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ جس کو ہم اللہ تعالیٰ کا مقرب اور قریبی سمجھ کے پکار رہے ہیں یہ نہ تو معبود ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دیئے بغیر کچھ دے سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا ہی ایک مظہر ہیں اور یہ اسلاف کے طریقہ سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں کفار کا طرز عمل بیان کیا گیا۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔ (پ ۲۳ سورۃ زمر آیت ۳) وہ اس لئے کفر و حرام ہے کہ وہ جن کے وسیلے سے قرب تلاش کرنے کی کوشش کرتے

تھے۔انہیں اپنا معبود سمجھتے تھے ان کی عبادت کرتے تھے جو کہ واضح کفر ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ہی معبود حقیقی سمجھتے ہوئے اس کو متصرف بالذات سمجھتے ہوئے کسی مقرب صالح بندے کو پکارنا جب کہ اس مقرب کیلئے عبادت کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ہو (کیونکہ یہ کفر پر ہے) تو پھر ندا درست ہے۔لہٰذا اس عقیدے سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے مقدس کلمات درست ہیں جیسا کہ شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی نے اپنی کتاب "نور الاسلام" کے صفحہ ۱۰۴ پر "ابن سنی" کے حوالے سے نقل کیا۔ابن سنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلہ" میں روایت کیا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں شل ہوگیا تو کسی نے ان سے کہا ! اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ ۔کہ تم اپنے محبوب ترین شخص کا ذکر کرو۔

فَقَالَ یَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ۔آپ نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میں نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا (ایک روایت میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے) تو میرا پاؤں فوراً درست ہوگیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ نمبر ۵ : حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً موت کا ذائقہ چکھا لیکن اس کے بعد ان کی روح ان کے جسم میں لوٹا دی گئی اور وہ اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں اور یہ

عارضی موت جو اس دنیا سے منتقل ہونے کیلئے آئی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے پسند فرمانے کے بعد آئی اس لئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کے آنے اور نہ آنے کے بارے میں اختیار دیا گیا۔آپ نے موت کے آنے کو پسند کیا جیسا کہ بخاری ج۲ ص۶۶ پر ہے اور اس کے بعد وہی حیٰوۃ عود کر آئی چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَشْہُوْدٌ یَشْہَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْہَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔(ابن ماجہ ص۷۶/ مشکوٰۃ ص۵۲۱)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے۔اس دن خصوصی ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور تم میں سے جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو جب تک وہ درود شریف سے فارغ نہیں ہوجاتا اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔حضرت ابودرداء کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ موت کے بعد بھی یعنی جب آپ کا وصال ہوجائے گا تو پھر ہم کیسے آپ پر درود شریف پڑھیں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے"۔تو اس حدیث شریف سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں زندہ ہیں۔ ایسے ہی اور بھی متعدد روایات ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶ :

چونکہ مذکورہ حدیث شریف کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں اور جیسا کہ پیچھے "عمل الیوم واللیلہ" سے ابن سنی کی روایت نقل کی جا چکی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں شل ہو گیا تو انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از وصال بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد انہیں پہنچی اور ان کا پاؤں درست ہو گیا۔ کتب حدیث شریف میں دیگر بھی کئی شواہد موجود ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ نمبر ۷ : مزارات پر حاضری اور سماع موتی

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود قبور پر تشریف لے جاتے تھے جیسا کہ شہداء احد کی قبور پر۔ اور آپ نے قبور پر حاضری کیلئے حکم بھی فرمایا جیسا کہ امام بخاری نے بخاری ج ا ص ۱۷۱ پر باب زیارۃ القبور مستقل باب باندھا ہے۔ نیز مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۴ اور مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا ۔ میں نے تجھے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس اب زیارت کیا کرو۔ اسی صفحہ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ ۔ کہ قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہیں۔ باقی جو احادیث آپ نے ذکر کی ہیں ان میں قبور کو بت بنانے اور ان کی عبادت کرنے کی نہی ہے نہ کہ زیارت کی' اور قبور کو بت بنانا اور انہیں سجدہ کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

باقی جو اہل قبور کے سننے کا مسئلہ ہے تو جو آیات آپ نے لکھی ہیں تمام مستند مفسرین نے یہاں موتی سے مراد کفار لئے ہیں کہ تم اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو حق کی بات ایسی نہیں سنا سکتے ہو کہ جس کو سن کر وہ قبول کر لیں جیسا کہ تفسیر جلالین میں مذکور ہے۔ اور جس آیت میں ہے کہ تم ان کو نہیں سنا سکتے جو قبور میں ہیں تو یہاں بھی مفسرین نے قبور سے مراد کفار لیا ہے۔ چونکہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر اسے قبول نہیں کرتے تھے اس لئے اسے یوں قرار دیا گیا جیسے وہ سنتے ہی نہیں اور انہیں زندہ ہونے کے باوجود مردہ کہا گیا اس لئے کہ کفر بھی موت کی طرح ہے جیسا کہ قرآن مجید (پ ۸ سورۃ الانعام آیت ۱۲۲) میں ہے "اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا" کیا پس وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کیلئے نور بنایا' اس آیت میں میت سے کافر مراد ہے نہ کہ مردہ آدمی۔

دوسری طرف ملاحظہ کریں حدیث شریف میں واضح طور پر مردوں کے سننے کا ذکر ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ انه حدثهم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ لَيَسْمَعُ

قَرَعَ نِعَالِهِمْ۔ (بخاری ج۱ص۱۸۳، مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست احباب اسے چھوڑ کر واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جب یہ عام آدمی کے سننے کی قوت ہے تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے سننے کی قوت کا عالم کیا ہوگا۔ اور قبر میں سننا تو کافر میت کیلئے بھی ثابت ہے چہ جائے کہ مومن ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں۔

"اِطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْقَلِیْبِ فَقَالَ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقِیْلَ لَہٗ تَدْعُوْ اَمْوَاتًا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْھُمْ وَلٰکِنْ لَّا یُجِیْبُوْنَ۔" (بخاری ج۱ص۱۸۳)

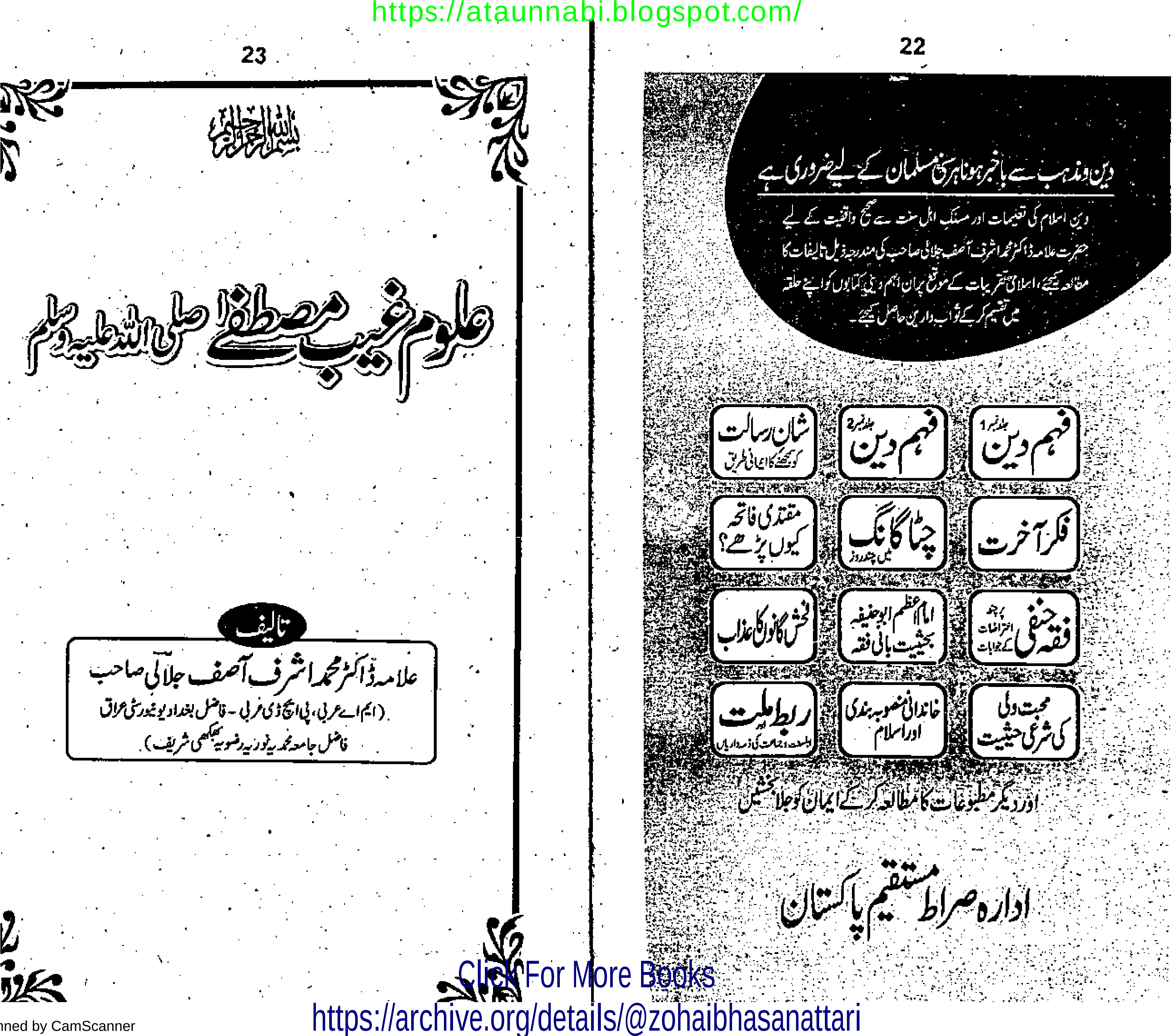
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں پر جھانکے جس میں بدر میں قتل ہونے والے کفار کی لاشیں پڑی تھیں۔ پس انہیں مخاطب ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اس وعدہ کو سچا پالیا ہے جو کہ تمہارے رب نے تم سے کیا تھا' تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ آپ مردہ لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں (یہ کیسے سنیں گے) تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا "تم میری باتوں کو ان مردوں سے زیادہ نہیں سن رہے یعنی وہ بھی تمہاری طرح سن رہے ہیں صرف وہ اب جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔"

قرآن وحدیث کے مذکورہ دلائل کو جب آپ اعتدال پسندی سے بغور

پڑھیں گے تو آپ کے سامنے حق واضح ہو جائے گا اور تمہیں تمہارے دوست کے عقائد کی حقانیت کا پتہ چل جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁



دین ومذہب سے باخبر ہونا ہر سنی مسلمان کے لیے ضروری ہے

دین اسلام کی تعلیمات اور مسلکِ اہل سنت سے صحیح واقفیت کے لیے
حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کی مندرجہ ذیل تالیفات کا
مطالعہ کیجیے، اسلامی تقریبات کے موقع پر ان اہم دینی کتابوں کو اپنے حلقہ
میں تقسیم کرکے ثوابِ دارین حاصل کیجیے۔

- فہم دین جلد نمبر 1
- فہم دین جلد نمبر 2
- شان رسالت کو سمجھنے کا ایمانی طریق
- فکر آخرت
- چٹاگانگ میں چند روز
- مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے؟
- فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات
- امام اعظم ابوحنیفہ بحیثیت بانی فقہ
- فحش گانوں کا عذاب
- محبت ولی کی شرعی حیثیت
- خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام
- ربط ملت اہلسنت وجماعت کی ذمہ داریاں

اور دیگر مطبوعات کا مطالعہ کرکے ایمان کو جلا بخشیں

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علوم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف
علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب
(ایم اے عربی، پی ایچ ڈی عربی - فاضل بغداد یونیورسٹی عراق
فاضل جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطائی علمِ غیب

المسمّٰی

علومِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(یہ مضمون محمد اشرف آصف جلالی نے زمانہ طالب علمی میں ۲۲ فروری ۱۹۸۹ء کو امام العلماء حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی راہنمائی میں لکھا اور آپ نے اس کی توثیق فرمائی۔)

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

چونکہ ہمارا زمانہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس سے کافی دُور ہے اس لئے اس میں نئے نئے مسائل اور اختلافات پیدا ہو رہے ہیں۔ جن باتوں پر اُمتِ مُسلمہ کا اتفاق اور اجماع تھا ان کے خلاف آوازیں بلند کی جا رہی ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ "مسئلہ علمِ غیب" ہے۔ اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے اور اپنے مقبول بندوں کو بھی غیب بتلاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے علمِ غیب اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے علمِ غیب میں واضح فرق ہے۔

نمبر ۱: اللہ تعالیٰ کا علمِ غیب ذاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو غیب جاننے میں کسی کی امداد کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی کی عطا سے علمِ غیب کا مالک بنا ہے، بلکہ اس کا علمِ غیب ذاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا جو علمِ غیب ہے یہ ان کا ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ہے۔ یہ غیب کا علم رکھنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک مالک اپنی ملکیت میں سے بعض کا کسی اور کو مالک بنا دے تو اب پہلا اور دوسرا مالک ایک نہیں بن جائیں گے بلکہ پہلے مالک کا مِلک ذاتی طور پر ہے اور دوسرے

مالک کا مِلک عطائی ہے۔

نمبر ۲: نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی ابتدا اور انتہا ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کے علم کی ابتدا اور انتہا ہے۔ برخلاف اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کے علمِ غیب کے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے مقبولوں کو علمِ غیب عطا فرمایا ہے اس کی ابتدا اور انتہا ہے یعنی وہ متناہی ہے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوحِ محفوظ کا علم عطا فرمایا گیا ہے تو یہ متناہی ہے کیونکہ لوحِ محفوظ کی بھی ابتدا اور انتہاء ہے۔

نمبر ۳: اللہ تعالیٰ کو جو ایک شئ کا علمِ غیب ہے تو غیر متناہی (اَن گِنت) وجوہات سے ہے برخلاف اس کے جو علمِ غیب اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو عطا کیا ہے وہ اشیاء معلومہ کی متناہی وجوہات سے ہے یعنی مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کو ایک شئ کا علم صرف ایک یا چند وجوہ سے ہوگا کہ اس شئ کا رنگ کیا ہے، طول عرض وغیرہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو اس شئ کا علم اَن گنت وجوہات سے ہے۔

نمبر ۴: بعض لوگ علمِ غیب کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ بیان کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ ہر شئ ہر وقت جاننا صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔ ان کی اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک شئ کو ہر وقت جاننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ نہیں ہے بلکہ غیر بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے ورنہ ان کی یہ قید لغو ہے۔

حالانکہ ایک شئ کو ہر وقت جاننا بھی اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے ہر ایک شئ کو ہر وجہ سے ہر وقت ذاتی طور پر جاننا صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔ اگر ایسا ہی علم کسی اور کا ہو تو پھر شرک لازم آئے گا۔

اس مسئلہ پر چند آیات قرآنیہ ملاحظہ ہوں:

آیت نمبر ۱: قرآن میں ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (پارہ ۴، رکوع ۹، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۹)

اس آیت کی تفسیر خازن میں اس طور پر کی گئی ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَصْطَفِىْ وَ يَخْتَارُ مِنْ رُّسُلِهٖ فَيُطْلِعُهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ غَيْبِهٖ۔ آیت اوراس کی تفسیر کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ''اللہ تعالیٰ تم کو غیب پر خبردار نہیں کرتا لیکن اپنے برگزیدہ رسولوں سے جس کو چاہے اس کو اپنے غیب پر خبر دے دیتا ہے۔ اب اس آیت شریف اور اس کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کی خبریں دیتا ہے اور ان کو اپنا غیب عطا کرتا ہے۔

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء و رسولوں (علیہم السّلام) سے برگزیدہ ہیں لہٰذا آپ کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی عطا سے علمِ غیب ثابت ہو گیا۔ جو آدمی آپ کے عطائی غیب کا منکر ہے تو وہ آپ کو برگزیدہ رسول نہیں سمجھتا۔ اسی تفسیر خازن میں اس آیت کے شانِ نزول میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

قَالَ السدی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِهَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی آدَمَ وَ اُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَ مَنْ یَّکْفُرُ بِیْ فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُوْا اِسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مَنْ یَّکْفُرُ بِهٖ مِمَّنْ لَّمْ یُخْلَقْ بَعْدُ وَ نَحْنُ مَعَهٗ وَمَا یَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّی اللّٰه علیه وَسَلَّمَ وَ قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ محمد اللّٰه تَعَالٰی وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّاْتُکُمْ بِهٖ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حذافه السَّهْمی فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰه ؟

فَقَالَ حذافة

فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِالْقُرْآن

اِمَامًا وَبِکَ نَبِیًّا فَاعْفُ عَنَّا فَاللّٰهُ عَنْکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ (خازن ص ۳۸۲، جلد اوّل)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ میرے سامنے میری اُمّت کو پیش کیا گیا جیسے حضرت آدم علیہ السّلام کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ جب میرے سامنے اُمّت کو پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا علم بھی عطا کر دیا جو ایمان لائیں گے اور ان کا علم بھی دے دیا جو ایمان نہیں لائیں گے۔ جب یہ بات منافقین تک پہنچی تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے ہیں کہ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے بھی وہ مومن اور غیر مومن کو جانتے ہیں حالانکہ ہم تو ان کے پاس رہتے ہیں ہمیں وہ نہیں جانتے۔ جب منافقین کی یہ بات حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تک پہنچی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا 'اقوام کو کیا حق پہنچتا ہے کہ میرے علم پر طعن کریں۔ آپ نے فرمایا قیامت تک کے سوالات مجھ سے پوچھ لو میں ہر شئی کے بارے میں تمہیں خبر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے اپنے والد کی خبر پوچھی۔ حضور علیہ السّلام نے ان کو ان کے والد کی خبر دے دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ تعالیٰ کو رب اور سلام کو دین مانتے ہیں اور قرآن کو امام مانتے ہیں اور آپ کو نبی مانتے ہیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنا بیان جاری رکھا اور فرمایا 'کیا تم میرے علم پر طعن کرنے سے باز نہیں آؤ گے۔

اس حدیث شریف سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

نمبر۱: حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ مجھ پر میری اُمّت پیش کی گئی اور مجھے ان کا علم بھی عطا کیا گیا جو مجھ پر ایمان نہیں لائیں گے اور ان کا علم بھی عطا کیا گیا جو مجھ پر ایمان لائیں'

یومن اور یکفر دونوں مضارع کے صیغے اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو قیامت تک پیدا ہونے والے ہر فرد کا علم ہے اور ان میں سے مومن غیر مومن کا بھی پتہ ہے۔ اس سے مراد قیامت تک آنے والے افراد کا علم ہے اسی پر تو منافقین نے اعتراض کیا۔ زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤمِنَ بِهٖ وَمَن یَّکْفُرُ مِمَّنْ لَمْ یَخْلَقْ بَعْدَ وَ نَحْنُ مَعَهٗ وَ مَا یَعْرِفُنَا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اُن میں سے بھی مومن اور غیر مومن کو جانتے ہیں حالانکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں تو نہیں پہچانتے لہٰذا آپ کا قیامت تک کے لوگوں کے احوال کو جاننے والا دعویٰ غلط ہے۔ (معاذ اللہ) یہ بھی پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لوگوں کے دل کی دنیا کا بھی علم تھا کیونکہ ایمان و کفر کا تعلق دل سے ہے۔

نمبر۲: حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے علمِ غیب (عطائی) کا انکار سب سے پہلے منافقین نے کیا ہے کسی مسلمان نے نہیں کیا۔ لہٰذا آج جو لوگ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں وہ منافقین کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں اور ان کی سُنّت کو تازہ کرتے ہیں۔

نمبر۳: جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاس منافقین کے انکار اور اعتراض کی خبر پہنچی تو آپ نے اپنے علمِ غیب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطا تھی اس کو ثابت کرنے اور منافقین کا ردّ کرنے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ منبر بچھانے کا حکم کیا اور باقاعدہ جلسہ منعقد کر کے ان کے اعتراض کا جواب دیا۔

نمبر۴: حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے منکرینِ علمِ غیب کے ردّ میں جو الفاظ ارشاد فرمائے وہ بڑے نصیحت آموز ہیں اور لرزا دینے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ان لوگوں کو میرے علم پر طعن کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علمِ غیب کے انکار کو طعن کے لفظ سے تعبیر

کیا۔ وہ کتنا ہی بدبخت انسان ہے جو آپ کے علمِ غیب کا انکار کر کے آپ پر طعنہ کرتا ہے اور آپ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

نمبر۵: حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے منکرینِ علمِ غیب کو چیلنج کیا کہ قیامت تک ہونے والی کسی شئی کے بارے میں مجھ سے سوال کرو میں ہر شئی کے بارے میں تم کو خبر دوں گا۔ آپ نے کُلّی علم کے بارے فرمایا کیونکہ حدیث شریف میں ہے عن شئی نکرہ حیز نفی میں ہے جو کہ مفید عموم ہے اس سے کسی کی تخصیص نہیں کی جا سکتی بلکہ ہر شئی کا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو علم ہے۔

نمبر۶: ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی نے غیب کی خبر پوچھی یعنی حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے سوال کیا کہ میرا (باپ) والد کون ہے۔ صحابی نے اس والد (باپ) کے بارے سوال نہیں کیا جس کا ان کی ماں سے نکاح تھا۔ یہ سوال کرنا تو معقول بات نہیں لگتی کیونکہ اس باپ کو تو وہ دوسرے لوگوں کی بجائے خود زیادہ جانتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے جو والد کا سوال کیا تو پوچھنا یہ چاہتے تھے کہ میں نطفہ کس کا ہوں کیونکہ لوگوں نے ان کو ولد الزنا ہونے سے متہم کر رکھا تھا۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ بتایا کہ تو حذافہ کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے اور حلالی ہے تمہارا نسب درست ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے غیب پوچھنے پر خبر دے دی۔

نمبر۷: جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام منکرینِ علمِ غیب کا غصّہ کی حالت میں ردّ فرما رہے تھے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بڑا اضطراب پھیل گیا۔ جب بھی صحابی آپ کی ایسی حالت کو دیکھتے تو مضطرب ہو جاتے۔ وہ یہ سوچتے کہ پہلے سب کچھ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کیلئے ہم نے ترک کیا ہے اور اگر آپ ہم سے ناراض ہو گئے تو ہم سے زیادہ خسارے میں کون ہو گا؟ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ ہم نے آپ کے علمِ غیب پر

اعتراض نہیں کیا ہم تو آپ کو نبی یعنی غیب کی خبریں دینے والا مانتے ہیں۔

نمبر۷: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طرح منکرین کا ردّ فرمایا اور غیب کی خبریں پوچھنے کی دعوت دی پھر آپ نے فرمایا "فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ" کیا تم اب بھی میرے علم پر طعن کرنے سے باز نہیں آؤ گے۔ آپ نے بڑی تاکید کے ساتھ علم غیب پر طعن کرنے والوں کو روکا۔ مسلمانوں نے تو پہلے بھی انکار نہیں کیا تھا اور بعد میں اُمّتِ مُسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بعطائے الٰہی علمِ غیب جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ گیارھویں صدی میں آ کر بعض نام نہاد لوگوں نے یہ گمان کیا کہ اُمّتِ مُسلمہ کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وہ تقریر بھول چکی ہوگی اس لئے انہوں نے پھر آپ کے علمِ غیب پر طعن کرنا شروع کیا۔

آیت نمبر۲: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔ (پارہ ۳، رکوع ۱۳)

اس آیت کی تفسیر، تفسیر خازن میں بایں طور ہے۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الَّذِيْ ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ حَدِيْثِ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ مَرْيَمَ وَ عِيْسٰى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ اَخْبَارِ الْغَيْبِ ۔ (خازن ص ۲۹۲ جز اوّل)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو فرمایا کہ میں نے جو آپ کو حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہم السّلام کی باتیں بتائی ہیں یہ غیب کی خبروں سے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبروں کی تعلیم دی اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اللہ تعالیٰ کے بتانے سے غیب جانتے ہیں۔

آیت نمبر۳: دوسرے مقام پر ہے: تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ

(پارہ ۱۲، رکوع ۴، سورہ ھود، آیت ۴۹)

اس آیت کی تفسیر، تفسیر خازن میں یوں ہے۔ هٰذَا خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ اَنَّ هٰذِهِ الْقِصَّةَ الَّتِيْ اَخْبَرْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ مِنْ قِصَّةِ نُوْحٍ وَ خَبَرِ قَوْلِهٖ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ يَعْنِيْ مِنْ اَخْبَارِ الْغَيْبِ۔ (تفسیر خازن جز ثالث، ص ۱۹۳)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السّلام اور آپ کی قوم کا قصّہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بتلایا اور فرمایا اے محبوب یہ غیب کی خبریں ہیں۔

آیت نمبر۴: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (پارہ ۲۹، ع ۱۲، سورہ جن، آیت ۲۶، ۲۷)

اس آیت کی تفسیر، تفسیر خازن میں یوں ہے۔ ملاحظہ ہو:

هُوَ عَالِمُ مَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ فَلَا يُطْلِعُ عَلَى الْغَيْبِ الَّذِيْ يَعْلَمُهٗ وَانْفَرَدَ بِهٖ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ ثُمَّ اسْتَثْنٰى فَقَالَ تَعَالٰى اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنَ الرَّسُوْلِ. يَعْنِيْ اِلَّا مَنْ يَّصْطَفِيْهِ لِرِسَالَتِهٖ وَ نُبُوَّتِهٖ فَيُظْهِرُهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنَ الْغَيْبِ حَتّٰى يَسْتَدِلَّ عَلٰى نُبُوَّتِهٖ بِمَا يُخْبِرُ بِهٖ مِنَ الْمُغَيَّبَاتِ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ مُعْجِزَةً لَهٗ۔

(خازن ص ۱۳۶، جز سابع)

آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھنے والا ہے۔ پس نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی ایک کو مگر رسولوں میں سے جسے چاہے اس پر غیب کا اظہار کر دیتا ہے۔ تفسیر میں یوں وضاحت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ رسولوں میں سے جس کو چن لیتا ہے اس کو جتنا چاہتا ہے غیب عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ غیب اپنے مصطفیٰ نبی کو اس لئے دیتا ہے تا کہ وہ نبی اپنی نبوّت کے دعویٰ کی دلیل کیلئے اپنے علمِ غیب کو پیش کرے۔ لہٰذا یہ غیب کا علم مصطفیٰ نبی کا معجزہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام نبیوں میں سے زیادہ

برگزیدہ ہیں لہٰذا آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب عطا کیا ہے اور علمِ غیب آپ کا معجزہ ہے جو آپ کے عطائی علمِ غیب کا انکار کرتا ہے۔ وہ آپ کے مرتضٰی اور مصطفٰے یعنی برگزیدہ ہونے کا انکار کرتا ہے۔

آیت نمبر ۵: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (پارہ ۳۰، رکوع ۶، سورہ التکویر، آیت ۲۴)

تفسیر خازن سے اس کی تفسیر ملاحظہ ہو (وَمَا هُوَ) یعنی مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (عَلَى الْغَيْبِ) أَيِ الْوَحْيِ وَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَمَا اطَّلَعَ عَلَيْهِ مِمَّا كَانَ غَائِبًا عَنْ عِلْمِهِ مِنَ الْقَصَصِ وَالْأَنْبَاءِ (بِضَنِيْنٍ) أَيْ بِبَخِيْلٍ يَقُوْلُ إِنَّهُ يَأْتِيْهِ عِلْمُ الْغَيْبِ وَلَا يَبْخَلُ بِهِ عَلَيْكُمْ وَيُخْبِرُكُمْ بِهِ وَلَا يَكْتُمُهُ كَمَا يَكْتُمُ الْكَاهِنُ مَا عِنْدَهُ حَتّٰى يَأْخُذَ عَلَيْهِ حُلْوَانًا۔ (خازن ص ۱۸۰، جز سابع)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم غیب بتاتے ہیں، بخل نہیں کرتے۔ تفسیر خازن میں آیت میں مذکور لفظ غیب کی وضاحت کی گئی کہ وہ غیب کیا ہے۔ وہ وحی ہے اور آسمان کی خبریں اور وہ تمام خبریں اور قصص ہیں جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائے یہ تمام غیب بتانے میں آپ بخیل نہیں ہے۔ تفسیر میں مزید وضاحت کی گئی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس علم غیب ہے اور اس کے اظہار میں بخل نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو چھپاتے ہیں جیسا کہ کاہن جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس کو چھپاتا ہے اس پر اجرت وصول کرتا ہے۔

اب اس مسئلہ پر چند احادیث ملاحظہ ہو:

نمبر ۱: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ

الْأَعْلٰى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۰، کتاب الصلوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، دوسری فصل)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورۃ میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بارے جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تو خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا' میں نے دستِ قدرت کی ٹھنڈک کو اپنے دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کیا' پس میں نے ہر اس شئی کو جان لیا جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے)

''اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے''۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کے تحت لکھتے ہیں:

پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہ آں (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۳۳۳، جز اول)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر شئی کا علم مجھے آگیا یعنی جزوی علوم اور کلی علوم آپ کو حاصل ہوگئے۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور دلیل یہ آیت پڑھی کَذٰلِكَ نُرِیْ

اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۔ کہ جیسے آپ کو ہم نے ہر شَی دکھادی اور علم دے دیا ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السّلام کو زمین و آسمان کے ملکوت دکھاتے ہیں۔ آیت کریمہ میں چونکہ ماضی کے قصہ کی حکایت کی جارہی ہے اس لئے کذلک اریناہونا چاہیئے تھا لیکن نُری استمرار پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اب بھی عادت جاری ہے کہ اپنے محبوبوں کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت دکھاتا ہے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے مشاہدہ میں فرق بیان کیا ہے۔

اہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت است درمیاں ایں دو روایت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان رادید وحبیب ہر چہ درآسمان وزمین بود حالی از ذوات وصفات وظواہر وبواطن ہمہ رادید وخلیل حاصل شد مرا اوراایقین بوجوب ذاتی ووحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان وزمین چنانکہ حال اہل استدلال وارباب سلوک ومحبان وطالبان میباشد وحبیب حاصل شد مرا اوراایقین ووصول الی اللہ اوّل پس از آں دانست عالم راوحقائق آنرا چنانکہ شان مجذوبان ومحبوبان ومطلوبان ست۔

پہلا فرق یہ ہے کہ حضرت (خلیل) ابراہیم علیہ السّلام نے زمین و آسمان کے مُلک کو دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف زمین اور آسمانوں کو ہی نہیں دیکھا بلکہ زمین اور آسمانوں کو اور ذوات اور صفات، ظاہر تھیں یا باطن تھیں سب کو دیکھا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وجوبِ ذاتی اور وحدتِ حق کا یقین زمین و آسمان کے ملکوت دیکھنے کے بعد حاصل ہوا جو کہ اہلِ استدلال، ارباب سلوک اور محبان اور طالبان کا حال ہے اور (حبیب) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین اور وصول الی اللہ عالم اور اس کے حقائق کے مشاہدہ سے پہلے حاصل تھا جو کہ مجذوبانِ محبوبان اور

مطلوبان کی شان ہے۔

حدیث۲: فَاِذَا اَنَا بِرَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِىْ قَالَهَا ثَلٰثًا قَالَ فَرَاَيْتُهٗ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَّعَرَفْتُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ فِى الْكَفَّارَاتِ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۷۲، کتاب الصلوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، تیسری فصل)

پس اچانک میں نے اپنے رب کو احسن صورۃ میں دیکھتا ہوں۔ پس فرمایا اللہ تعالیٰ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے عرض کیا "لبیک" اے میرے رب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ملا اعلیٰ کس بارے میں بحث کر رہے ہیں"؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ حضور علیہ السّلام فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس دستِ قدرت کے پوروں کی ٹھنڈک کو اپنے پستانوں کے درمیان پایا۔ پس میرے لئے ہر شَی ظاہر اور روشن ہوگئی اور میں نے ہر شَی کو پہچان لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے عرض کیا لبیک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملا اعلیٰ کس میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کفارات میں۔ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَّعَرَفْتُ کی شرح میں شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

پس ظاہر شد وروشن شد ازمرا ہر چیز از علوم وشناختم ہمہ۔

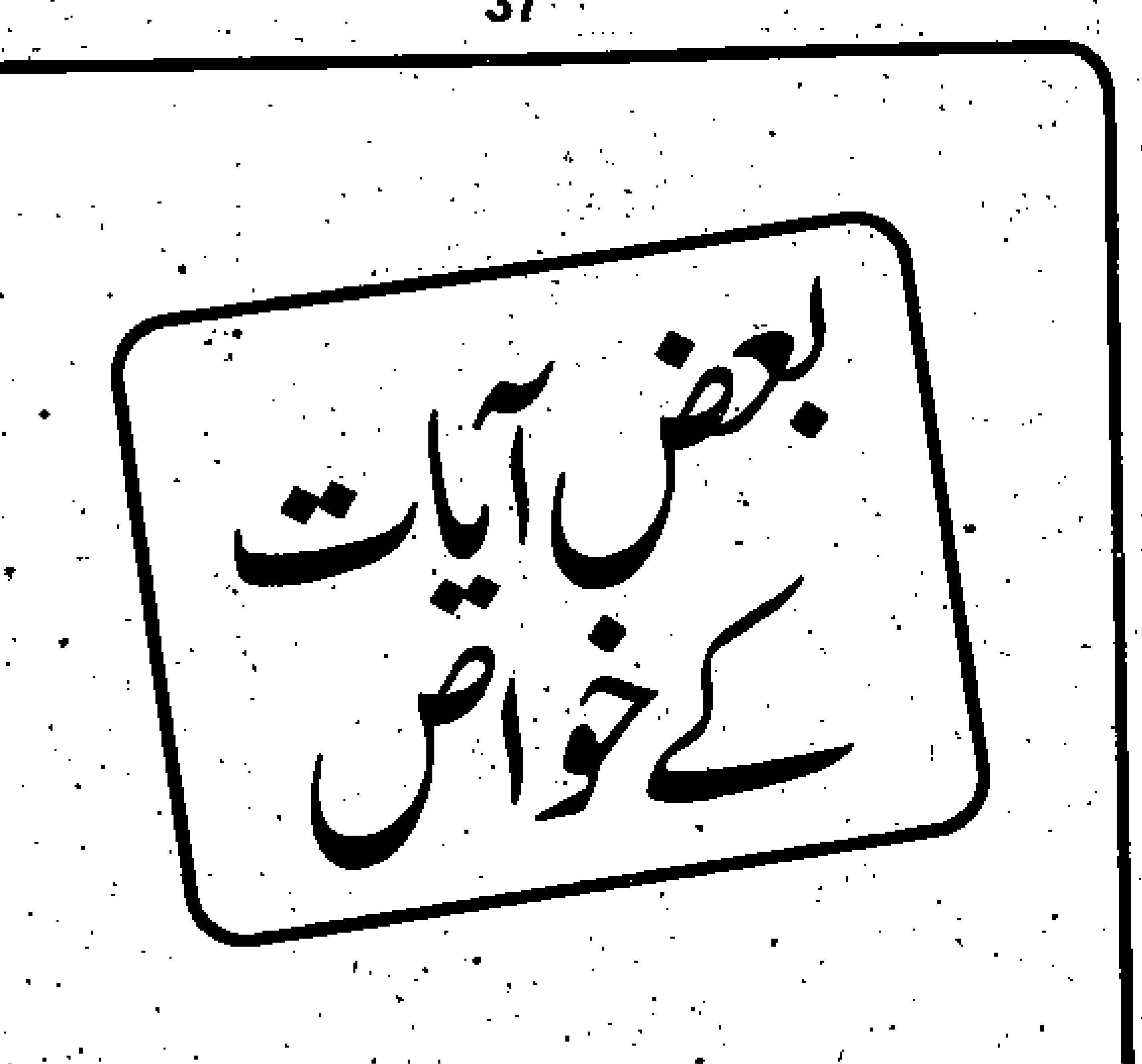
پھر میرے لئے علوم سے ہر چیز روشن اور ظاہر ہوگئی اور میں نے ہر شَی کو پہچان لیا۔

پہلی حدیث میں تھا فَعَلِمْتُ اس میں ہے عَرَفْتُ۔ علم عام ہے کلّی کا ہویا

جزی کا اور عرفان خاص ہے کہ یہ جزئیات کی ہوتی ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین آسمان اور ان میں موجود جزی جزی کو دیکھا اور علم حاصل کیا۔ اسی حدیث شریف کے آخر میں ہے فَقَالَ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم انھا حق فَادرُسو ھا ثُم تَعلّمُوھَا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ روایت حق ہے اس کو پڑھاؤ اور خود اسے یاد رکھو۔ اس میں آپ کا علم غیب واضح ہے' آپ کو پتہ تھا کہ بعد میں ایسی قوم آئے گی جو میرے علم غیب پر اعتراض کرے گی۔ اس لئے یہ حدیث جس میں میرے علم غیب کا ثبوت ہے۔ یہ لوگوں کو پڑھاؤ اور اس کی تبلیغ کرو۔ کچھ لوگ اس حدیث کی صحت کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الباری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"ھٰذا حَدِیثٌ صَحِیحٌ" یہ صحیح حدیث ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۷۲)

۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۸۹ء



از: محمد اشرف آصف جلالی

بعض آیات کے خواص

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

نزولِ قرآن مجید کا اوّلین مقصد انسانیت کی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی ہے۔ یہ عبد کا اپنے معبود سے تعلق قائم کرتا ہے اور اسے مستحکم بناتا ہے۔ اس کی تعلیمات ہر نسل اور ہر زمانے کیلئے ہیں۔ اس کے فضائل میں سے یہ ہے کہ یہ ایک قانون کی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ محیر العقول حسی اور معنوی اثرات بھی رکھتی ہے۔ اس کی بعض آیات کے بعض خواص ہیں۔ اس پہلو پر علماء نے تصنیف بھی کی ہیں جیسا کہ ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ خیر و برکت اور مال کی حفاظت کیلئے حروف مقطعات لکھا کرتے تھے اور ان کی مراد پوری ہو جاتی تھی۔

امام عماد الدین علی بن محمد طبری جب بھی کسی سفر کی طرف نکلتے یا کسی سواری پے سوار ہوتے تو سور کے آغاز کے حروف پڑھ لیا کرتے۔ ان سے عمل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہ ما جعل ذلك في موضع او كتب في شيء الاحفظ تاليها و ماله وامن في نفسه من التلف والغرق۔

جب بھی ان حروف کو کسی جگہ رکھا جائے یا لکھا جائے تو ان کا تلاوت کرنے والا اور اس کا مال محفوظ رہے گا اور ضائع ہونے اور ڈوبنے سے بچا رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان نفراً من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم مروا بماء فيهم لديغ فعرض لهم رجل منهم فقال هل فيكم من راق ان في الماء رجلا لديغا فانطلق رجل منهم فقراء بفاتحة الكتاب على نساء فبرأ۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ ایک چشمہ کے پاس سے گزرے، وہاں آباد لوگوں میں سے ایک شخص کو بچھو نے کاٹ کھایا تھا۔ صحابہ کی اس جماعت کو ان کا ایک آدمی ملا تو اس نے انہیں کہا چشمے کے گرد آبادی میں ایک شخص بچھو کا کاٹا ہوا ہے کیا تم میں کوئی دَم کرنے والا ہے۔ صحابہ میں سے ایک صحابی (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) گئے۔ انہوں نے بکری کے عوض پر سورۃ فاتحہ پڑھی، وہ بچھو کا کاٹا ہوا آدمی درست ہو گیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے آشوبِ چشم کی شکایت کی۔ آپ نے اسے ایک کاغذ پر یہ آیات لکھ دیں:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ o لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ۔

"ہم نے تجھ سے پردہ اُٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے"۔ (سورۃ ق آیت ۲۲)

"ایمان والوں کیلئے ہدایت اور شفا ہے"۔ (سورۃ [illegible] آیت ۴۴) حٰم السجدہ

اس شخص نے یہ کاغذ اپنے اوپر لٹکا لیا تو وہ درست ہو گیا۔

ابن قتیبہ نے روایت کیا ہے ایک شخص عبادت گزار تھا۔ اس کا نمازِ تہجد ادا کرنے کو بہت جی چاہتا تھا لیکن تہجد کے وقت اسے جاگ نہ آتی اور سستی پڑ جاتی۔ اس نے کسی بزرگ کے سامنے اپنا یہ مسئلہ رکھا۔ انہوں نے کہا "جب تم اپنی چارپائی پے سونے لگو تو یہ آیت پڑھ لو:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۔ ''تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کیلئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں'' ۔(سورۃ الکھف آیت ۱۰۹)

یہ پڑھنے کے بعد تم اپنے دل میں ایک وقت معیّن کرو جس میں تم اٹھنا چاہتے ہو اسی میں آپ اُٹھ جائیں گے۔ وہ شخص کہتے ہیں میں نے ایسے ہی کیا تو میں معین وقت میں اُٹھ بیٹھا۔

امام ثعلبی نے کہا ہے ''جس شخص کو داڑھ میں درد ہو اس کیلئے کاغذ پر یہ آیت کریمہ لکھی جائے۔ ''لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ'' ○

''ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے عنقریب جان جاؤ گے'' ۔(سورۃ الانعام آیت ۶۷)

وہ کاغذ اس کی داڑھ کے اوپر رکھا جائے انشاء اللہ تعالیٰ درد درست ہو جائے گا۔ حضرت شیخ ابو القاسم قشیری کو رسول اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غمگین کیوں ہو۔ انہوں نے کہا بیٹا بیمار ہے اور اس کی حالت بہت بگڑ چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ نے آیاتِ شفا کیوں نہیں پڑھیں۔

امام قشیری کہتے ہیں میں نے تین مرتبہ آیاتِ شفاء پڑھیں تو بیٹا تندرست ہو گیا۔ آیات یہ ہیں:

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۔(سورۃ التوبہ، آیت ۱۴)

''اور اللہ ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا''۔

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۔(سورۃ یونس، آیت ۵۷)

''اور (قرآن) دلوں کی صحت ہے''۔

فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔(سورۃ النحل، آیت ۶۹)

''(شہد) جس میں لوگوں کیلئے تندرستی ہے بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کیلئے''۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔(سورۃ الاسراء، آیت ۸۱)

''اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کیلئے شفاء اور مومنین کیلئے رحمت ہے''۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۔(سورۃ الشعراء، آیت ۸۰)

''اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے''۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۔(سورۃ حٰم السجدہ، آیت ۴۴)

''فرمادیجئے ایمان والوں کیلئے ہدایت اور شفاء ہے''۔

امام غزالی کہتے ہیں ''اصفہان میں ایک شخص کو پیشاب کی تکلیف ہوگئی اس نے ایک کاغذ پر لکھا ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ○ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۔
(سورۃ الواقعہ، آیت ۵،۶)

''اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے''۔

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۔(سورۃ الحاقہ، آیت ۱۴)

''اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چورا کر دیئے جائیں گے''۔

دَكًّا دَكًّا ۔(سورۃ الفجر، آیت ۲۱)

''پاش پاش کرنا''۔

اس شخص نے کاغذ پر یہ آیات لکھ کر ورق پہ پانی ڈال کر ان آیات کو دھو کر پی

لیا۔ پتھری نکل گئی اور پیشاب کی تکلیف دور ہوگئی۔

حضرت میمونہ بنت شاقولہ بغدادیہ کے بیٹے سے روایت ہے کہ ان کے گھر میں ایک دیوار گرنے والی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کاغذ اور دوات منگوائی، کاغذ پر کچھ لکھا اور اسے لپیٹ کر کہا "اسے دیوار کے فلاں سوراخ میں رکھ دو"۔ بیس سال تک وہ کاغذ یوں ہی اس سوراخ میں پڑا رہا جب والدہ محترمہ کا وصال ہوا تو مجھے وہ کاغذ یاد آیا میں نے کہا دیکھوں تو سہی اس میں لکھا کیا ہے جب میں نے وہ کاغذ پکڑا تو دیوار گر پڑی۔

اس کاغذ کے پرزے پر لکھا تھا:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا۔ (سورۃ فاطر، آیت ۴۱)

"بے شک اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے زمین و آسمان کو کہ جنبش نہ کریں"۔

اس کے بعد یہ جملہ لکھا تھا:

یا ممسك السموات والارض امسكه

"اے زمین و آسمان کو روکنے والے اس دیوار کو روکے رکھ"۔

امام بدرالدین زرکشی کہتے ہیں "قرآن مجید سے ایسا انتفاع تب ہوسکتا ... بندہ اپنے قلب اور نیت کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کردے۔ قرآن مجید میں تدبر کر... سے اپنے دل کو آباد رکھے، اعضاء کو اس پر عمل کرنے میں لگا دے اور اسے اپنا ... شب کا مونس بنا لے۔

داڑھی بقدر قبضہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰي رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ اَوْفِرُوا اللِّحْيَةَ" (صحیح بخاری، ۲/۸۷۵، صحیح مسلم ۱/۱۲۹)

"مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھی خوب بڑھاؤ"

اس حدیث شریف میں داڑھی بڑھانے کا امر ہے اور یہ حکم کس قدر تاکید والا ہے اس کا اندازہ دوسری حدیث شریف سے ہوتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُحْفِيَ شَارِبِيْ وَ اُعْفِيَ لِحْيَتِيْ"

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱/۳۰۷ دار الفکر)

"مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں مونچھیں خوب پست رکھوں اور داڑھی خوب بڑھاؤں"

دیکھئے داڑھی رکھنے کا امر اتنا مؤکد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا اور جس کا حکم فرمایا گیا اس کی مقدار نہیں بیان کی گئی کہ جس داڑھی کا خالق کائنات جل جلالہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا وہ کتنی ہے اور جس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو حکم فرمایا اس کی مقدار شرعی کیا ہے؟ امرِ خداوندی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف کی مقدار آپ کے عمل سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

"كَثُّ اللِّحْيَةِ تَمْلَأُ صَدْرَهُ" (کتاب الشفاء ۱/۳۸)

"گھنی داڑھی جس سے سینہ مبارک بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا"

ظاہر ہے کہ مٹھی سے کم داڑھی سینہ بھرتی ہوئی محسوس نہیں ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے شریعت میں جس کو داڑھی سمجھا وہ بھی مشت سے کم نہیں تھی۔ ملاحظہ کیجئے:

۱۔ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ خُذُوْا مَا تَحْتَ الْقُبْضَةِ (الغنیہ ۱۴)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جو مٹھی سے زائد ہو وہ کاٹ دو"

۲۔ عَنْ مَرْوَانَ ابْنِ سَالِمِ الْمُقَفَّعِ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ (سنن ابی داؤد ۱/۳۲۸)

"حضرت مروان بن سالم مقنع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا انہوں نے اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیا اور جو زائد تھی اسے کاٹ دیا"۔

۳۔ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ قَالَ كَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَأْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ۔ (بخاری بحوالہ فتح القدیر ۲/۲۷۰)

"ابوزرعہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے تھے پھر جو زائد ہوتی تھی اسے کاٹ دیتے تھے"۔

سیّد عالم، نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عمل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے واضح طور پر یہ ثابت ہوا کہ شرعی داڑھی مٹھی سے کم نہیں ہے۔ حدیث کا بیان خود حدیث سے ہو گیا۔ حدیث شریف میں داڑھی کے بارے میں جو امر ہے وجوب کیلئے ہے اور احادیث فعلی سے قبضہ کا وجوب ثابت ہے۔ چنانچہ کُترنے یا کُترانے سے مٹھی سے کم کرنا حرام ہے۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں نہایہ سے بتصدیق روایت کیا ہے:

اَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُوْنَ ذٰلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ (فتح القدیر ۲/۲۷۰)

"لیکن ایک مشت سے کم داڑھی کرنا جیسا کہ بعض مغربی لوگ اور مخنث کرنے لگے ہیں کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے"۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

گذاشتن آن بقدر قبضہ واجب است و آنکہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک در دین است یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنت است چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند (اشعۃ اللمعات ۱/۲۱۱)

مٹھی بھر داڑھی رکھنا واجب ہے وہ جو داڑھی کو سُنّت کہتے ہیں اسی وجہ سے کہ سُنّت بمعنی دین میں رائج طریقہ ہے یا اس لحاظ سے کہ داڑھی کا ثبوت سُنّت سے ہے۔ جیسا کہ نمازِ عید کو سُنّت کہا جاتا ہے۔ (حالانکہ نماز عید واجب ہے)

ابن نجیم نے بھی البحر الرائق میں ایک مشت سے کم کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

تَقْصِيْرُ اللِّحْيَةِ مِنْ قَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَهُوَ الْقُبْضَةِ حَرَامٌ۔

داڑھی کی مسنون مقدار جو کہ مٹھی بھر ہے اس سے داڑھی کو کم کرنا حرام ہے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے مٹھی داڑھی کا وجوب ثابت ہوا اور کتروا کر اس سے کم کرنے کی حرمت ثابت ہوئی تو جو فعل حرام کا ارتکاب کرتا ہے، وہ فاسق معلن ہے اور تمام کتبِ مذاہب کے مطابق اس کی اذان اور امامت جائز نہیں ہے مکروہ تحریمی ہے۔

درمختار میں یکرہ اذان فاسق ۱/۲۸۹۔ کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

داڑھی منڈانے اور کتروانے والا (مٹھی سے کم) فاسق معلن ہے۔ (احکام شریعت ۱۷۳)

سرکارِ غوثِ اعظم اور آپ کا آستانہ

از ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف

از صدرالشریعہ علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی

0301-6464561-042-7115771

ایک دردبھرا پیغام اہلِ اسلام کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

محفل نعت کے قواعد وضوابط

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی جامعہ جلالیہ رضویہ مظہرالاسلام داروغہ والا لاہور

نعت شریف:

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف وتوصیف پر مشتمل اس کلام کو نعت کہا جاتا ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہو۔

شرعی حکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا شعار رہا ہے۔ اس سے قلب ونظر کو اجالے ملتے ہیں، گناہ جھڑتے ہیں اور اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

نعت خواں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف کو آدابِ نعت کے مطابق پڑھنے والے کو نعت خواں کہا جاتا ہے۔

آدابِ نعت:

ایک مثالی نعت خواں درج ذیل آداب کا حامل ہو

۱۔ نعت خواں صحیح العقیدہ مسلمان ہو اور مستند کلام صحت تلفظ کے ساتھ پڑھے۔

۲۔ نعت خواں کا کردار پاکیزہ ہو، باریش ہو اور وہ فاسق معلن نہ ہو۔

۳۔ نعت خواں کو کم از کم ترجمہ قرآن مجید اور لازمی دینی تعلیم کا علم ہو۔

۴۔ نعت خواں اپنے انداز، لباس اور چال ڈھال میں فیشن زدہ اور گلوکار محسوس نہ ہو۔

۵۔ نعت خواں ثنا خوانی کے دوران لایعنی حرکتوں سے پرہیز کرے۔

۶۔ نعت شریف میں کوئی ایسا جملہ، لفظ یا اشارہ نہ ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں تنقیص کا شائبہ موجود ہو۔

۷۔ قرآن مجید، حضرت جبرائیل علیہ السلام، جنت، اور پیغام خوف آخرت کی بے ادبی نہ ہو۔

۸۔ نعت شریف کو گانوں کی طرز پر پڑھنا اور موجودہ دہکتے ماحول میں دفیں بجانا بالکل ناجائز ہے۔

۹۔ نعت خوانی میں لفظ اللہ کے غلط تلفظ کے ساتھ ذکر، لفظ اللہ کو پس منظر کے طور پر استعمال کرنے اور دوسرے کلام کو اس پر غالب کرنے نیز اس کو میوزک کی دھن کے طور پر پڑھنے سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ بصورت دیگر لفظ اللہ کی بے ادبی ہوگی۔

۱۰۔ محفل نعت کو وقت کے لحاظ سے بھی منظم کیا جائے اور اس کے دورانیے کو طوالت سے بچایا جائے تا کہ نماز فجر کی ادائیگی بھی ہو سکے اور پڑوسیوں کے آرام کا خیال رکھا جا سکے۔

۱۱۔ محفل نعت کے دورانیے کو مختصر اور جامع بنانے کیلئے نقیب محفل کو پابند کیا جائے کہ وہ عالم دین یا ثنا خواں کے محض اعلان پر اکتفا کرے اگر ہو سکے تو ایک آیت پڑھ کر اس کا ترجمہ کر دے۔

۱۲۔ نقیب محفل خطیب محفل نہ بنے اور اگر اس نے ایک آدھ تعارفی جملہ کسی کے بارے میں بولنا ہے تو وہ حقیقت پر مبنی ہو۔ بانی محفل یا کسی پیر صاحب، عالم دین، قاری قرآن یا ثنا خواں کے تعارف میں غلط اور بے جا تعریف نہ کرے۔

۱۳۔ محافل میں نوٹ نچھاور کرنے کے عمل کو بند کیا جائے۔

۱۴۔ محفل نعت کے مجموعی تاثر سے شوق بندگی پیدا ہو نہ کہ فکر آخرت سے سرکشی اور بے عملی کی جرات ملے۔

۱۵۔ ایک ثقہ عالم دین کو محفل کی زینت ضرور بنایا جائے جو درس قرآن مجید بھی دیں اور محفل کے شرعی تقاضوں کی نگرانی بھی کریں۔

۱۶۔ شام قلندر ایسے پروگراموں کا مسلک اولیاء سے کوئی تعلق نہیں ان کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔

مقصدِ محفلِ نعت:

رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا، عشق رسول اللہ ﷺ کے سہارے وجدانی کیفیات کے سیلاب میں دربار نبوی ﷺ کا قرب پا کر اپنی بیٹری چارج کر کے اندھیروں میں چاندنی کرنا۔ شریعت مطہرہ کی بقا اور غلبہ اسلام کیلئے ان تھک کوششیں کرنا۔

سے کہنے لگا کہ سپیکر بند کرو، مائیک بند کر دو چنانچہ مائیک بند کر دیا گیا۔ وہ عالم دین کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے جذباتی انداز میں مائیک کھولنے کو کہا۔ پھر مائیک کھولا گیا آپ نے پوری جرات کے ساتھ شرعی مسئلہ وضاحت سے بیان کیا۔ بعد میں اس نعت خواں نے مائیک پکڑا اور بڑے متکبرانہ، مضحکہ خیز انداز میں اہم شرعی مسئلہ پر اور مستند عالم دین پر بلا دلیل اور بلا وجہ پھبتیاں کستا رہا۔

اب صاحبان علم و فضل سے دو باتوں کا جواب درکار ہے۔

۱۔ کیا ان عالم دین کا موقف اور فتویٰ صحیح تھا شرع شریف کی روشنی میں جواب دیں۔

۲۔ جس نعت خواں نے درس قرآن مجید کے درمیان مداخلت کی اور درس قرآن کا سپیکر بند کروایا اور غلطی پر ہونے کے باوجود ایک نہایت مستند عالم دین کے سامنے شرعی مسئلے اور فتویٰ پر لاف زنی اور بدتمیزی کی اس کا شرعی حکم کیا ہے۔

سائل: محمد نعیم طاہر رضوی (صدر کنز الایمان سوسائٹی لاہور کینٹ)

الجواب:

۱۔ ہم ان کے فتویٰ کی مکمل حمایت کرتے ہیں اور انہوں نے جو تین امور بیان کر کے مسئلہ بیان کیا ہم قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں اس مسئلہ کا یہی شرعی حکم سمجھتے ہیں، خلاف ورزی سے یقیناً لفظ اَللّٰہُ کی بے ادبی ہوگی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس بڑی خرابی کو سرعام روک کے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے اور نعت خواں حضرات اور سامعین پر احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۔ اس نعت خواں کو درس قرآن مجید میں مداخلت پر اور مذکورہ حرکت پر اللہ تعالیٰ سے مجمع عام میں توبہ کرنی اور معافی مانگنی ہوگی۔ نیز حقوق العباد کے لحاظ سے مجمع عام میں ان عالم دین سے معافی مانگنی ہوگی۔ (محمد عبد العلیم سیالوی جامعہ نعیمیہ لاہور)

حضرت علامہ مفتی محمد عبد العلیم سیالوی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور)

فہرست مؤیدین

۱۔ مناظر اسلام حضرت پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی صاحب (ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان)

۲۔ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور)

۳۔ حضرت پیر سید ضیاء الاسلام شاہ گیلانی صاحب۔ (ناروالی شریف گجرات)

۴۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبد اللطیف مجددی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور)

۵۔ حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب۔ (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

۶۔ حضرت علامہ صاحبزادہ محمد رضائے مصطفےٰ نقشبندی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور)

۷۔ حضرت علامہ پیر شہزاد مجددی صاحب۔ (دار الاخلاص لاہور)

۸۔ حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب۔ (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور)

۹۔ حضرت علامہ محمد عابد جلالی صاحب (مدرس جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام لاہور)

۱۰۔ حضرت مولانا محمد اشرف جلالی صاحب کاموں کے

۱۱۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب سرگودہا

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ!۔نعت خوانی میں جدت پیدا کرتے ہوئے اسمائے باری تعالیٰ کو آلات لہو کے طور پر ادا کرنا اور حروف وحرکات میں تغیر وتبدل کر دینا اور ان کو ثانوی درجہ دینا ان مبارک اسماء کی توہین ہے اور سخت ناجائز امر ہے جس سے اجتناب واجب و لازم ہے جیسے کہ فاضل محقق حضرت علامہ مخدوم ملت مولانا محمد اختر رضا خانصاحب اور حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی صاحب اور حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب اور حضرت علامہ مولانا محمد اشرف صاحب نے تحقیق فرمائی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الاحقر ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی

دف موسیقی اور ذکر کے ساتھ نعت پڑھنا اور سننا دونوں حرام ہیں

دارالافتاء بریلی شریف (30-04-2005)

میرے پاس ایک فتویٰ کراچی سے عزیز محترم مولانا عبدالعزیز حنفی کا لکھا ہوا تصدیق کے لئے بھیجا گیا مصروفیات اور مسلسل سفر کی وجہ سے بروقت اس فتوے کی تصدیق کرنے سے قاصر رہا۔فتویٰ ایک کیسٹ سے متعلق ہے جس میں ذکر ہے کہ آواز اس طور پر سنائی دیتی ہے جیسے دف کے ساتھ ذکر ہو رہا ہو اور سوال میں بھی مرقوم ہے اور زبانی طور پر بھی معلوم ہوا کہ ذکر کرنے والوں نے دف کا استعمال نہ کیا بلکہ وہ اپنے منہ سے ایسی آواز نکالتے ہیں جو دف کے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔یہ مسئلہ چونکہ قابل غور تھا اس لئے لوگوں سے کیسٹ منگوا کر سنا۔واقعۃً وہ آواز مشابہ دف معلوم ہوتی ہے۔

دف آلات لہو ولعب میں سے ہے جس کا استعمال اغلب احوال میں لہو ولعب کے لئے ہوتا ہے لہٰذا دف کے استعمال کی شرعاً اجازت نہیں۔دف بغیر جلاجل کی اباحت بعض احادیث سے مثلاً اعلنوا هذا النكاح واضربوا بالدفوف وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے لیکن اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام بنا بریں ترجیح جانب حرمت کو ہے جس کی مؤید سرکار ابد قرار ﷺ المدار کی احادیث شریفہ مثلاً امرت بمحق المعارف بعثني ربي عزوجل بمحق المعارف وغیرھا ہیں۔قطع نظر اس کے کہ حدیث مذکورہ اعلنوا هذا النكاح میں اجازت استعمال دف کی بغرض اعلان مفہوم ہوتی ہے یہی لیا جائے کہ بعض احوال میں ملاہی کی اجازت ہے مگر اس زمانے میں جبکہ لوگ تصحیح نیت سے قاصر اور احکام شرع سے غافل اور لہو ولعب میں منہمک ہیں سبیل اطلاق منع ہیں۔کما افاده الامام جدی الهمام والشيخ احمد رضا قدس سره في الرسالة المباركة "هادي الناس في رسوم الاعراس" قال في الدر المختار بعد حكاية عن امامنا ابي حنيفة رضي الله عنه دلت المسئلة على ان الملاهي كلها حرام۔یہ تو دف وغیرہ آلات لہو کے بارے میں تھا۔جو آواز ان آلات لہو کے مشابہ کسی طرح سے پیدا کی جائے اس کا بھی وہی حکم ہے جو ان آلات لہو سے نکلنے والی آوازوں کا ہے۔اس کی نظیر گراموفون وغیرہ آلات سے نکلنے والی ان آوازوں کا حکم ہے جو قطعاً ان آلات لہو سے نکلنے والی آواز تو نہیں لیکن بلاشبہ یہ آوازیں ان آلات لہو کے آوازوں کی کاپیاں ہیں۔لہٰذا گرموفون وغیرہ میں ان ملاہی کی آوازیں بھرنا اور انہیں سننا حرام ہے جس طرح ان ملاہی کا استعمال سننے سنانے کے لئے حرام ہے۔سیٹی ایک مخصوص آواز نکالنے

کا آلہ ہے اس جیسی آواز اگر منہ سے نکالی جائے تو یہ بالعموم طریقہ فساق ہے اور ناجائز ہے لہٰذا ان مندرجہ بالا امور سے روشن ہے کہ دف جیسی آواز نکالنا اگرچہ بغیر استعمال دف ہو، ناجائز ہے اور اگر یہ قصداً ہے تو یہ تلہّی ہے جو مطلقاً حرام ہے۔ اور اگر ایسی آواز منہ سے بلا قصد نکلتی ہے تو وہ صورۃ لہو کے مشابہ ہے لہٰذا اس سے بھی گریز کرنا چاہیے خصوصاً ذکر و نعت میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ قصد لہو اور صورت لہو دونوں سے پرہیز کیا جائے۔ دف کے استعمال کی رخصت نظر بہ بعض احادیث سے ثابت بھی ہے تو ان اشعار میں ہے جن کا تعلق ذکر و نعت سے نہیں۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کی اجازت سے حضور ﷺ کی خدمت میں جب ایک گانے والی نے دف بجایا اور منجملہ اشعار کے یہ مصرع پڑھا۔

وفینا نبی یعلم مافی غد

حضور ﷺ نے فرمایا **دعی ھذہ و قولی بالذی ما کنت تقولین** ۔
یہ رہنے دو اور جو پڑھ رہی تھی وہی پڑھتی رہو کہ صورت لہو پر نعت شریف پڑھنا شایان شان نہ تھا۔ اب حکم مسئلہ صاف ہو گیا اور وہ یہ کہ ایسی آواز جو دف وغیرہ کے مشابہ ہو منہ سے نکالنا جائز نہیں کہ طریقہ فساق ہے اور ذکر وغیرہ میں اشد ناجائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم. قالہ بفمہ وامر بر قمہ

☆ فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ النزیل بحرہ من اعمال فیض آباد۔

☆ آواز مزامیر بہ انداز مزامیر ناجائز ہے۔ نعت شریف میں اور خاص اسم جلالت کے ساتھ انداز صورت مزامیر اختیار کرنے میں نوع اہانت بھی ہے اس لئے اس کا عدم جواز شدید ہے اگرچہ نیت خیر ہو فالجواب وھو تعالیٰ اعلم۔ فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

☆ خواجہ محمد مظفر حسین قادری رضوی (مرکزی دار الافتاء بریلی شریف)

☆ محمد کمال (مرکزی دار الافتاء بریلی شریف)

☆ قاری محمد عبد الرحیم بستوی (مرکزی دار الافتاء بریلی شریف)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حامدا و مصلیا و مسلما

مفتی اصغر علی رضوی (مفتی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف منڈی بہاؤ الدین)

نعت اور آداب نعت اور نعت خواں کے احوال و اوصاف کو مناسب انداز اور موزوں الفاظ سے بیان کیا گیا ہے اور علمائے بریلی کا فتویٰ جسے رضوی خاندان کے نامور سپوت شہزادہ والا شان حضرت مولانا علامہ محمد اختر رضا خان صاحب مدظلہ نے مرتب فرمایا اور دوسرے حضرات نے اس کی تصدیق فرمائی۔ عین حق و صواب اور دلائل سے مزین ہے۔ اس سے انحراف کسی ذی شعور کو ممکن نہیں چہ جائے کہ اختلاف کرے کوئی ذی علم مفتی۔ البتہ نعیم طاہر رضوی کا استفتاء جس میں بیان ہوا کہ عالم دین سے مخاصمت کرنے والے نے ایک شرعی مسئلہ کی تبلیغ کو روکنے کی مذموم سعی کرتے ہوئے عالم دین کی اہانت کا ارتکاب کیا تو اس صورت میں رضوی صاحب کے استفتاء کے دوسرے حصہ کا جواب فقیر کے نزدیک یہ ہے کہ مخاصمت کرنیوالے کو تجدید اسلام کرنا لازم ہے اور اگر بیوی رکھتا تھا اور اسے آئندہ بھی زوجہ کی حیثیت سے رکھنا چاہے تو تجدید نکاح لازم ہے کیونکہ عالم دین کی اہانت بوجہ علم دین کفر ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

فقہائے کرام توہین عالم را کفر داشتہ اند، در مجمع الانہر ست۔ من قال للعالم عویلم علیٰ وجہ الا ستخفاف کفر۔ آنجا اگر تاویل را راہی بود توہین علم دین خود کفر خالص است۔

فقہائے کرام نے عالم دین کی توہین کو کفر قرار دیا ہے۔ مجمع الانہر میں ہے۔
''اگر کسی نے توہین کی نیت سے عالم دین کو عویلم (گھٹیا عالم) کہا تو یہ کفر ہے۔ اگر یہاں تاویل کریں تو علم دین کی توہین خالصتاً کفر ہے''۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۱۴ص ۶۴۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ''عالم دین کی توہین اگر بوجہ علم دین ہے بلاشبہ کفر ہے''۔ کما فی مجمع الانھر۔ ورنہ اگر بے سبب ظاہر کے ہے تو اس پر خوف کفر ہے، کما فی الخلاصہ ومنح الروض۔ ورنہ اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں کہ حدیث پاک میں ہے۔ ثلاثۃ لا یستخف بحق ھم الا منافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام و ذوالعلم والامام المقسط۔ تین آدمیوں کی توہین منافق ہی کرے گا۔ مسلمان بوڑھا، صاحب علم اور عادل حاکم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۱۵ص ۱۶۳)

اور ایک جگہ روافض پر فتویٰ کفر کی وجوہات بیان کرتے ہوئے عقود الدریہ کے حوالے سے بیان فرمایا ''ومنھا انھم یھینون العلم والعلماء''۔ کہ روافض پر فتویٰ کفر کی وجوہات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ علم اور علماء کی توہین کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ص ۲۹۵)

اور ایک جگہ درمختار کے حوالہ سے فرمایا۔

مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولادزنا وما

فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔

اور استغفار اور توبہ کا معنی علامہ شامی نے بیان فرمایا۔ ای بتجدید الاسلام۔ جہاں باتفاق کفر ہو وہاں عمل ونکاح باطل اور اولاد، اولاد زنا قرار پائے گی، اور جس میں اختلاف ہو وہاں توبہ و استغفار کا حکم کیا جائے گا (یعنی تجدید اسلام کرنا ہوگی) اور تجدید نکاح بھی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ص ۱۵۹)

تو اس صورت میں مخاصمت کرنیوالے پر علم دین اور عالم دین کی توہین کے سبب دو وجہ سے لزوم کفر ہے۔ لہٰذا اسے تجدید نکاح لازم ہے۔ قالہ بلسانہ وامرنا الکتابہ

مفتی اصغر علی رضوی (مفتی مرکزی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف، ضلع منڈی بہاؤالدین۔ پاکستان۔ ۱۶ ذی الحج ۱۴۲۶)

گانے کی طرز پر نعت شریف پڑھنا ممنوع ہے

مفتی محمد اشرف القادری مراڑیاں شریف گجرات

فقہائے اسلام نے اذان وقرأت وغیرہا میں گانے کی طرز یعنی ایسی خوش آوازی وخوش گلوئی کو ممنوع ومکروہ اور ناجائز قرار دیا ہے جو کہ حروف کی اصلی حالت اور حرکات وسکنات کی کیفیات کو بدل کر رکھ دے اور اوزان موسیقی کی رعایت کی بنا پر حروف میں کمی یا زیادتی کا باعث بنے، نیز اس میں فساق کے وعشقیہ اشعار کی طرز اور لہجے کی مشابہت ہو۔ چنانچہ جب اذان وقرأت میں ایسی خوش گلوئی اور طرز ولہجہ مکروہ و ممنوع ہے تو لامحالہ حمد ونعت میں بھی ایسی خوش گلوئی اور طرز ولہجہ مکروہ وممنوع اور ناجائز ہوگا کیونکہ حمد ونعت بھی اذان اور قرأت کی طرح ذکر وعبادت میں داخل ہیں۔ لہٰذا جب یہ بھی

ذکر وعبادت میں داخل ہیں تو ان کے پڑھنے کا انداز بھی ذکر وعبادت والا ہی ہونا چاہیئے۔

اب آیئے! ذرا ہمارے مذکورہ بالا موقف پہ دلائل ملاحظہ فرمائیں:

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ویکرہ التلحین وھو التغنی بحیث یودی الیٰ تغیر کلماتہ کذا فی شرح المجمع لا بن الملک و تحسین الصوت للاذان حسن مالم یکن لحنا کذا فی السراجیۃ و ھکذا فی شرح الوقایۃ"۔

"اور تلحین یعنی اس طرز پہ گا کر اذان پڑھنا کہ وہ کلمات کے تغیر وتبدل تک پہنچا دے، مکروہ ہے اسی طرح شرح مجمع لابن الملک میں ہے۔ اور اذان کیلئے آواز کو خوبصورت بنانا اچھا اور مستحسن ہے جب کہ لحن پیدا نہ ہو۔ اسی طرح سراجیہ اور شرح وقایہ میں ہے۔"

(از فتاویٰ عالمگیری، ص ۵۶، جلد ۱، مطبع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی رقمطراز ہیں:

"(ویکرہ التلحین) وھو التطریب والخطاء فی الاعراب واما تحسین الصوت بدو نہ فھو مطلوب"۔

"اور تلحین یعنی اس طرح خوش گلوئی سے اذان پڑھنا اور گلے بازی کا مظاہرہ کرنا کہ اعراب میں غلطی واقع ہو مکروہ ہے باقی رہا تلحین کے بغیر آواز کو خوبصورت بنانا تو وہ شرعاً مطلوب ہے"۔ (مراقی الفلاح، ص ۶۷۹، جلد ۱، مکتبہ غوثیہ)

علامہ الشیخ احمد الطحطاوی لکھتے ہیں:

"(وھو التطریب) ای التغنی بہ بحیث یودی الیٰ تغیر کلمات

الاذان و کیفیا تھا بالحرکات والسکنات و نقص بعض حروفھا او زیادۃ فیھا فلا یحل فیہ ولا فی قرات القرآن ولا یحل سماعہ لان فیہ تشبھا بفعل الفسقۃ فی حال فسقھم فانھم یترنمون"۔

"اور تطریب یعنی ایسی طرز پہ گا کر پڑھنا کہ اس سے اذان کے کلمات اور حرکات وسکنات کی کیفیات تبدیل ہو جائیں اور بعض حروف میں کمی یا زیادتی پیدا ہو تو اس انداز میں اذان وقرأت قرآن حلال اور جائز نہیں اور نہ ہی اس کا سننا جائز ہوگا اس لئے کہ اس میں فساق کے فعل سے مشابہت پائی جاتی ہے کہ وہ (یعنی فساق) اپنے فسق اور گناہ کی حالت میں (اسی طرح ترنم اور خوش گلوئی سے) گاتے ہیں"۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الاذان، الجزء الاول، ص ۶۷۹، طبع المکتبۃ الغوثیہ)

اور فقیہ النفس قاضی خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ولا باس بالتطریب فی الاذان وھو تحسین الصوت من غیر ان یتغیر فان تغیر بلحن او مداو ما اشبہ ذلک کرہ و کذلک قراۃ القرآن وقال شمس الائمۃ الحلوانی رحمۃ اللہ علیہ انما یکرہ ذلک فیما کان من الاذکار"۔

"کلمات اذان میں تغیر (وتبدل) کے بغیر حسن صوت کا مظاہرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر لحن اور مد وغیرہ کے ساتھ تغیر وتبدل واقع ہو جائے تو یہ مکروہ ہے۔ اور امام شمس الائمہ الحلوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح گا کر پڑھنا دیگر اذکار (مثلاً حمد ونعت وغیرہ) بھی مکروہ ہے"۔

(فتاویٰ قاضی خاں برحاشیہ عالمگیری، جلد ۱، ص ۷۸، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

دلائل مندرجہ بالا کی روشنی میں واضح ہوا کہ نعت، اذان وقرأت اور دیگر اذکار کو محض خوش گلوئی کے ساتھ پڑھنا شرعاً مطلوب اور مستحسن ہے جبکہ گانے کی طرز پہ پڑھنا مکروہ وممنوع اور ناجائز ہے۔

فقط:

حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری مراڑیاں شریف گجرات (پنجاب)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاکرم صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم.

☆☆============☆☆

شائع کردہ:

علماء اہل سنت وجماعت لاہور